افادات شاہ عبدالرحیمؒ

ترجمہ از فارسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریف اللہ کے لئے ہے، جس طرح کہ وہ اس تعریف کا مستحق ہے۔ اور صلوٰۃ و سلام ہو اس کے رسول شفقت کرنے والے محمدؐ پر جس طرح کہ آپ صلوٰۃ و سلام کے مستحق ہیں، نیز آپؐ کی آل اور اصحاب پر، جنہوں نے کہ بحر توحید میں غوطے لگائے اور گہرے پانیوں سے بے مثال موتی نکالے۔

اس کے بعد کم سرمائے اور کھوٹی صنعت والا خدائے کریم سے طالب امید محمد عبدالرحیم بن وجیہ الدین الاویسی نقشبندی۔ اللہ اسے، اس کے والدین، استادوں اور مرشدوں کو بخشے۔ کہتا ہے کہ ان اوراق میں چند کلمات بیان کرتا ہوں کہ اس عالی مرتبت باعزت طریقے کے سالک کے لئے ان سے واقف ہونا ضروری ہے، شاید کہ کسی خوش نصیب کو ان سے فائدہ حاصل ہو اور یہ کہ نیکی کی طرف راہ دکھانے والا بھی ایسا ہی ہوتا ہے، جیسے کہ خود نیکی کرنے والا۔ اس کے مطابق یہ فقیر اس نعمت عظمےٰ سے واصل ہو سکے

بایں ہمہ بے حاصلی و ہیچ کسی درماندہ بنارسائی و بوالہوسی

دادیم نشاں ز گنج مقصود ترا گرما نرسیدیم تو شاید برسی

لہ رسالہ ارشاد رحیمیہ در طریقہ حضرات نقشبندیہ، مصنفہ حضرت شاہ عبدالرحیم والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ، سنہ ۱۹۰۳ء میں حضرت شاہ رفیع الدین کے نبیرہ جناب ظہیر الدین سید احمد ولی اللہی نے شائع کیا تھا۔ فارسی متن کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی ہے مترجم کے پیش نظر یہی مطبوعہ رسالہ ہے (مترجم)

(باوجود کچھ حاصل نہ کرسکنے اور کسی لائق نہ ہونے، کہیں نہ پہنچ سکنے اور بوالہوسی کی وجہ سے درماندہ رہ جانے کے، ہم نے تجھے گنج مقصود کا نشان دے دیا ہے کہ اگر ہم نہیں پہنچ پائے تو شاید تم پہنچ جاؤ۔)

اور اللہ ہی راہ راست کی توفیق دینے والا ہے۔

فصل اوّل

طریقہ نقشبندیہ کا سلسلہ مشائخ

جان اے سالک! اللہ تعالیٰ تجھے اپنے آپ سے فنا کرے اور اپنے ساتھ تجھے باقی رکھے، بزرگوار قطب الاقطاب حضرت خواجہ بہار الحق والشرع والدین المعروف بہ نقشبند اور آپ کے خلفاء قدس اللہ تعالیٰ ارواحھم کا طریقہ۔ اہل سنت و جماعت کے مطابق عقیدے کی تصحیح کرنے، اعمال صالحہ بجالانے، سنن ماثورہ کا اتباع کرنے، سلف صالح رضوان اللہ علیہم کے نقش قدم پر چلنے، عمل کا عزم راسخ کرنے اور ممنوعات و مکروہات سے بچنے کے بعد دوام عبودیت ہے۔ جس سے مراد حق سبحانہ وتعالیٰ کی جناب میں ایسی مستقل حضوری ہے کہ جس میں شعور تک کی مزاحمت نہ ہو بلکہ اس شعور کا بھی شعور نہ ہو۔ نیز یہ حضوری بغیر کسی ضعف اور ارادے کی پراگندگی کے رہے۔

اور یہ عظیم سعادت اور باقی رہنے والی نعمت جذبہ الٰہی کے بغیر، کہ وہ جذبات حق میں سے ایک جذبہ ہے، جو جن وانس کی عبادت سے بھی بہتر ہے، میسر نہیں آتی۔ اور اس جذبے کے حصول کا سوائے کسی برگزیدہ شخص کی صحبت کے کہ اس کا سلوک بطریق جذبہ ہو۔ اور وہ تجلی ذاتی سے مشرف ہو اور کوئی موثر ترین ذریعہ نہیں۔ اور اس صحبت کے کچھ شرائط و آداب ہیں، جن کو بجالانے سے ہی یہ موثر ہوتی ہے۔ ورنہ بہت سے لوگ ہیں کہ وہ حسن عقیدت کے ساتھ سالہا سال اولیاء کی صحبت میں رہے، ان میں کوئی کمال کا اثر ظاہر نہ ہوا اور وہ آداب صحبت میں سے کسی ایک ادب کو ترک کرنے کی وجہ سے اعلیٰ علیین سے اسفل سافلین میں جا گرے۔ چنانچہ جس طرح سنت الٰہی میں باپ ماں، کے بغیر توالد وتناسل ناممکن ہے، اسی طرح مرشد کے بغیر معنوی توالد مشکل ہے۔

شیخ ابوعلی الدقاق قدس سرہ فرماتے ہیں:۔ وہ درخت جو خود بخود ہوتا ہے اس کا کوئی پھل نہیں ہوتا۔ اور اگر اس کا پھل ہو بھی تو وہ بغیر لذت کے ہوگا۔

اس فقیر کا ظاہر میں تلقین و اجازت کا سلسلہ اس شیخ سے متصل ہے۔ جو با تحقیق اقتدا کے لائق، مظہرات الٰہی کے جامع اور کلام الرحمٰن (قرآن مجید) کے حافظ ہیں اور وہ خواجہ سید عبداللہ قدس سرہ ہیں۔ اور ان کا یہ سلسلہ شیخ المشائخ حضرت شیخ آدم بنوری سے ہے۔ اور ان کا مرشد زمانہ شیخ یگانہ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کابلی سے، ان کا بلاد ہند میں اس عالی منزلت طریقے کو پھیلانے والے حضرت خواجہ محمد باقی سے، ان کا حضرت خواجہ امکنگی سے" ان کے مولانا درویش محمد سے، ان کا مولانا محمد زاہد سے، ان کا قدوۃ الابرار خواجہ عبیداللہ احرار سے، ان کا شیخ الشیوخ جامع المعقول والمنقول صاحب العلم والعمل مولانا یعقوب چرخی سے، ان کا قطب الاقطاب سلطان العارفین صاحب الطریقہ خواجہ بہاء الحق والدین المعروف بہ نقشبند سے۔ ان کا فرزندی میں قبول کرنے کے طریقے کے ذریعہ شیخ طریقہ خواجہ محمد بابا سماسی ؒ سے۔ باقی حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کی نسبت تربیت درحقیقت حضرت خواجہ بزرگ خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے اور نسبت ارادت و صحبت تعلیم آداب اور سلوک و تلقین ذکر کی حضرت امیر سید کلال سے ہے، اور حضرت امیر سید کلال کی خواجہ محمد بابا سماسی سے ہے، اور ان کی خواجہ علی رامتینی سے، ان کی خواجہ محمود الخیر فغنوی سے، ان کی خواجہ عارف ریوگری سے، ان کی خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے، جو کہ حلقہ خواجگان کے سردار ہیں، ان کی خواجہ امام ربانی ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی سے، ان کی خواجہ علی فارمیدی طوسی سے جو کہ

لہ خواجہ محمد بابا سماسی نے خواجہ بہاء الحق نقشبند کی ولادت سے پہلے ان کے ظہور کی خوش خبری دی تھی، اور ان کے پیدا ہونے کے تیسرے دن وہ حضرت نقشبند کے گاؤں سے گزرے، تو ان کے دادا حضرت نقشبند کو شیخ محمد بابا سماسی کے پاس لے گئے۔ آپ نے جب حضرت نقشبند کو دیکھا تو فرمایا کہ یہ میرا بیٹا ہے، پھر اپنے اصحاب سے کہا کہ یہی وہ عارف ہے، جس کے بارے میں بارہا کہہ چکا ہوں۔ شیخ محمد بابا سماسی نے السید امیر کلال کو حضرت نقشبند کی روحانی تربیت کی ذمہ داری سپرد کی اور فرمایا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ اس کی تربیت میں کوتاہی نہ کرنا۔

الانوار القدسیہ فی مناقب السادۃ النقشبندیہ مطبوعہ مصر ص۱۲۳

(مترجم)

خراسان کے بڑے مشائخ میں سے ہیں اور حجتہ الاسلام امام محمد غزالی کو علم باطن کی تربیت انہی سے ملی تھی۔

خواجہ علی فارمدی طوسی کا تلقین و اجازت کا سلسلہ شیخ ابوالقاسم گرگانی سے ہے اور ان کی علم باطن میں نسبت دو جانب سے ہے۔ ایک شیخ ابوالحسن خرقانی سے، اور انہیں شیخ ابویزید بسطامی سے شیخ ابوالحسن کی ولادت شیخ ابویزید بسطامی کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہوئی تھی۔ چنانچہ شیخ ابویزید کی طرف سے شیخ ابوالحسن کو جو تربیت ملی، تو وہ باطنی و روحانی تھی، ظاہری طور پر نہیں۔ شیخ ابویزید بسطامی کی نسبتِ ارادت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ہے، اور از روئے نقل صحیح یہ ثابت شدہ ہے کہ ابویزید کی ولادت بھی حضرت امام جعفر کی وفات کے بعد ہوئی تھی اور ان کی حضرت امام کی طرف سے تربیت معنوی و روحانی تھی، نہ کہ ظاہری۔

شیخ ابوطالب مکی قدس سرہ نے قوت القلوب میں لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ کے لئے دو نسبتیں ثابت ہیں۔ ایک اپنے والد بزرگوار امام محمد باقر سے۔ اور انہیں اپنے والد بزرگوار امام زین العابدین علی بن حسین سے انہیں اپنے والد بزرگوار امام حسین سے انہیں اپنے والد بزرگوار امیر المومنین علی رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اور انہیں رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ طریقہ قدس سرہ کے مشائخ نے ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے سلسلۂ نسبت کو اس میں جو عمدگی عزت اور شرف پایا جاتا ہے، اس کے اعتبار سے سلسلۃ الذہب نام دیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی دوسری نسبت حضرت امام قاسم بن محمد بن سیدنا ابوبکر رضی سے ہے، جو کہ حضرت امام کے نانا اور مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے تھے اور اپنے زمانے میں علم ظاہر و باطن میں بے نظیر تھے حضرت امام قاسم کو باطن کی نسبتِ ارادت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ہے۔ اور انہیں باوجود حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف صحبت رکھنے کے، امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کے لیے، نسبت باطنی تھی۔

حضرت امام مقتدا خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے رسالہ قدسیہ میں لکھا ہے کہ اہل تحقیق کے نزدیک امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء سے بھی جو

امیرالمومنین علی سے پہلے ہوئے، نسبت باطن کی تربیت پائی ہے۔ شیخ ابوطالب مکی قدس روحہ قوت القلوب میں فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر دور کا قطب زماں مرتبہ و مقام میں امیرالمومنین ابوبکر صدیق کا نائب ہوتا ہے۔ اور اس قطب کے نچلے درجے میں جو تین اوتاد ہوتے ہیں، وہ باقی کے تین خلفاء امیرالمومنین عمر، امیرالمومنین عثمان اور امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے نائب ہوتے ہیں۔ اور دوسرے چھ صدیق عشرہ مبشرہ رضوان اللہ تعالیٰ عنھم (وہ دس صحابہ جنہیں جنت کی خوش خبری دی گئی تھی) میں سے باقی چھ کے نائب۔

شیخ ابوالقاسم گرگانی کی ارادتِ باطن کی دوسری نسبت شیخ ابوعثمان مغربی سے ہے، ان کی بوعلی رودباری سے، ان کی جنید بغدادی سے، ان کی سری سقطی سے اور ان کی معروف کرخی سے ہے۔ شیخ معروف کرخی کی دو نسبتیں ہیں۔ ایک داؤد طائی سے، جن کی نسبت حبیب عجمی سے ہے، انہیں حسن بصری سے، ان کو امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ سے اور انہیں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔

شیخ معروف کرخی کی دوسری نسبت ارادت حضرت امام علی موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ سے ہے۔ انہیں اپنے والد بزرگوار امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے انہیں اپنے والد بزرگوار امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے، اور اس کے بعد آخر نسبت تک، جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

ان مشائخ قدس اللہ ارواحھم کے سلسلے کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طریقے کے اکثر مشائخ جو سلسلہ مذکور سے ہیں، اویسی تھے۔ اور اویسی کے یہ معنی ہیں:- حضرت شیخ طریقت شیخ فریدالدین عطار قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ اولیا اللہ میں سے بعض ایسے بزرگ ہیں، جنہیں مشائخ طریقہ اور کبرائے حقیقت نے اویسی کا نام دیا ہے۔ اور انہیں ظاہر میں پیر کی حاجت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ان کو بغیر کسی دوسرے کے واسطے سے حضرت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم یا اولیائے حق میں سے کسی ولی کی روح اپنی آغوش عنایت میں پرورش کرتی ہے، جیسا کہ حضرت اویس قرنی کی رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ یہ عالی مرتبہ جس کو خدا چاہے دے دے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء (یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے، اسے دے دیتا ہے۔) بہت سے مشائخ طریقت کو سلوک کے دوران اس مقام کی طرف توجہ ہوئی جیسے کہ شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی کو جن سے کہ شیخ ابوالجناب نجم الدین کبریٰ کا سلسلہ ملتا ہے نیز شیخ ابوسعید ابوالخیر اور شیخ ابوالحسن خرقانی وغیرہم کو۔ اویسی کے لئے،

سلوک اور فیض ربانی اور تجلیات رحمانی سے اتصال میں مقدس ارواح واسطہ بنتی ہیں، لیکن جذبے کے طریقے میں کہ وہ ایک خصوصی طریقہ ہے، کوئی واسطہ درمیان میں نہیں ہوتا۔

فصلِ دُوم

ذکر کے طریقے

جان اے سالک! ۔ اللہ تجھے اور ہمیں کمالات کی انتہائیوں کے معراج عطا کرے۔ ان بزرگوں کے سلوک و وصول کا طریقہ تین طرح کا ہے پہلا طریقہ تو ذکر ہے۔ اور چونکہ ذکر لفظ و نطق کے اعتبار سے کونیات یعنی اس کون و مکان سے ہے، اور معنی و مدلول کے لحاظ سے ربانی ہے۔ اس لئے خلق و حق کے درمیان اس کی حیثیت برزخ (بیچ کی کڑی) کی ہے۔ ذکر سے ایسی نوع کا ارتباط حاصل ہوگا، جو کہ علم لدنی ہے اور وہ تعلیم و تعلم سے ماوراء ہے۔

اسم ذات (اللہ) اور نفی و اثبات (لا الٰہ الا اللہ) کا ذکر بمنزلہ ہجوں کے ہے۔ ایک بچے کو ہجوں کے بغیر کبھی بھی ملکہ قرأت حاصل نہیں ہوتا۔ مشائخ طریقت قدس اللہ ارواحھم نے جملہ اذکار میں سے لا الہ الا اللہ کا ذکر اختیار کیا ہے۔ اور ایک حدیث نبوی بھی اس مضمون کی ہے کہ بہترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔ سالکوں کے لئے اس راہ میں جو حجاب حائل ہوتے ہیں، وہ نتیجہ ہوتے ہیں نسیان کا اور حجاب کی حقیقت یہ ہے کہ دل میں کون و مکان کی صورتیں نقش ہوتی ہیں۔ اور ان کے اس طرح نقش ہونے سے حق کی نفی اور غیر حق کا اثبات ہوتا ہے۔ چنانچہ (اس) شرک خفی سے خلاصی اس کلمے کے معنی کو۔ یعنی یہ کہ حق سے جو ماسوی ہے، اس کی نفی اور حق سبحانہ وتعالیٰ کا اثبات لازم پکڑے اور اس کا دوام رکھے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔

ذکر کا طریق یہ ہے کہ لب کو لب سے اور زبان کو تالو سے چسپاں کرے۔ اور سانس کو اپنے اندر روکے، اس قدر کہ اس سے بہت تنگ نہ ہو۔ دل کی حقیقت یہ ہے کہ وہ عبارت ہے اس ادراک کرنے والے لطیفہ سے کہ آنکھ جھپکتے میں آسمان تک پہنچ جانا اور تمام عالم کی سیر کرآنا اس کی پرواز ہے۔ سالک اسے تمام خیالات سے خالی کرے۔ اور اس کو مجازی دل کی طرف جو سینے میں بائیں ہاتھ کو صنوبری شکل کا ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، متوجہ کرے اور اس کو اس طرح ذکر میں مشغول کردے کہ لا الہ کے

کلمے کو داہنی جانب ناف کے پاس سے کھینچے - پھر داہنی شانے کو حرکت دے کر بائیں شانے تک پہنچائے اور کلمہ الاّ اللہ کی ضرب دل صنوبری پر اس زور سے مارے کہ اس کی حرارت تمام اعضا کو پہنچے اور کلمہ محمد رسول اللہ کو بائیں جانب سے داہنی جانب لے جائے۔ اور نفی کی طرف میں تمام موجودات کے وجود کو فنا کی نظر سے دیکھے یعنی جب دل میں لاالٰہ الا اللہ کہے تو اس کے ساتھ ہی خیال میں لاموجود (کوئی موجود نہیں) کے معنی کا تصور کرے۔ اور تمام اشیاء کو اور خود اپنے آپ کو محو کر دے۔ اور اثبات کی طرف میں حق سبحانہ وتعالیٰ کے وجود کو بقا کی نظر سے دیکھے، یعنی جب الا اللہ کہے تو یہ دیکھے کہ جو کچھ موجود ہے، حق ہے۔

اسم ذات (اللہ) کے ذکر کا طریق یہ ہے کہ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو کر اللہ کے اسم مقدس کو خوب مدّ و شدّ سے کھینچتے ہیں اور دل کی زبان سے ذکر کرتے ہیں۔ اور معنیٔ بے چون (معنی منزہ از کیف) کو خیال میں رکھتے ہیں۔ اس طریقت کے بعض بزرگ ہر ذکر کے پیچھے یہ معنی ملحوظ رکھتے ہیں کہ (اے اللہ) تو ہی مقصود ہے اور تو ہی موجود ہے۔ اور بعض خیال میں پیر کی صورت کا تصور کرتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ ذکر کرتے وقت سانس کو روکنا آثار لطف کا سبب ہوتا ہے، یہ شرح صدر کے لئے مفید ہے۔ دل کے لئے اطمینان ہے اور خیالات کو دل سے دور رکھنے کے لئے موثر ہے سانس روکنے کی عادت عظیم حلاوت پانے کا سبب اور تمام ممکنات وموجودات کو فنا کی نظر سے دیکھنے اور حق سبحانہ کے وجود قدیم کو بقا کی نظر سے مشاہدہ کرنے کا واسطہ ہے اس ذکر کو برابر کرنے سے ذکر کرنے والے کے دل میں توحید کی حقیقت جاگزیں ہو جاتی ہے۔ اور اس کی چشم بصیرت کھل جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کے لئے شرع و عقل وتوحید کے درمیان کوئی تناقض نہیں رہتا اس مقام پر ذکر کی صفت دل کے لئے لازمی ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ (ذاکر) ایسے مقام پر پہنچتا ہے کہ حقیقتِ ذکر جوہرِ دل کے ساتھ ایک ہو جاتی ہے اور غیر کا کوئی اندیشہ وخیال نہیں رہتا۔ اور ذکر مذکور میں فنا ہو جاتا ہے، جب کہ دل کی بارگاہ اغیار کی زحمت سے خالی ہو گئی بموجب اس حدیث قدسی کے لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبد مومن (نہ میری زمین اور نہ میرا آسمان مجھے اپنے اندر لے سکتا ہے، لیکن بندۂ مومن کا دل ہے جو مجھے اپنے اندر لے لیتا ہے) اس مقام پر الا اللہ کے غلبے کا جمال تجلی افروز ہوتا ہے اور آیت اُذکُرکُم میں جو وعدہ کیا گیا ہے، وہ حرف وصورت کے

لباس سے مجرد ہوجاتا اور کلّ شیئٍ ھالکٌ الاوجھہ، کی خاصیت آشکارا ہوجاتی ہے۔ جب تک کہ وجود ردعاینت باقی ہے اور فنا کے مرتبے کو نہیں پہنچا، درحقیقت وہ ذکر خفی نہیں اور جب وہ حقیقت میں فنا کو پہنچ جائے گا تو اس مقام پر اس کا باطن نفی سے پیوست ہوجاتا ہے اور سوائے ذکر اثبات کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس صورت میں اس کا ذکر اللہ اللہ اللہ ہوتا ہے۔ اور کلمہ کی جو حقیقت اور اس کا ستر ہے۔ اس تک پہنچ ہوجاتی ہے۔[1]

حقیقتِ ذکر عبارت ہے اسم متکلم کی حیثیت سے حق سبحانہ کی خود اپنی ذات کی اپنی ذات کے لئے تجلی سے کہ اس سے اس کی صفات کمالیہ کا ظہور ہو اور وہ موصوف ہو جمالی و کمالی اوصاف سے مقامات سلوک میں سالک پر جو پہلی تجلی ہوتی ہے، وہ تجلی افعال ہے اور اسے محاضرہ کہتے ہیں۔ پھر تجلی صفات ہوتی ہے، اسے مکاشفہ کہتے ہیں۔ پھر تجلی ذات ہوتی ہے، جسے مشاہدہ کہتے ہیں۔

حضرت خواجہ امام ربانی خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کہ جن سے ہمارے مشائخ قدس اللہ ارواحھم کا سلسلہ ملتا ہے، فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہیئے کہ وہ دن رات لا الہ الا اللہ میں مستغرق رہے۔ اپنا سونا اور جاگنا اس کا ذکر کرتے ہوئے گزارے، نفل نمازوں، ذکروں اور تسبیحوں سے

---

[1] شاید تم مجھ سے یہ پوچھو کہ آخر ذکر میں اس طرح ضربیں لگانے، زور زور سے ذکر کرنے اور ذکر میں دائیں زانو اور بائیں زانو اور قلب کی رعایت کرنے کی شرطوں میں کیا حکمت ہے؟ سو بات یہ ہے کہ قدرت کی طرف سے انسان کی تخلیق اس طرح ہوئی ہے کہ وہ ادھر ادھر توجہ کرنے اور نغموں اور سرود کے اتار چڑھاؤ کی طرف کان لگانے پر مجبور ہے۔ نیز اس کے دل میں طرح طرح کی باتیں اور خیالات برابر چکر لگاتے رہتے ہیں۔ مشائخ نے یہ طریقہ اس لئے وضع کیا ہے کہ اس سے ذاکر کی توجہ اپنے سوا کسی اور طرف نہیں جاتی۔ اور باہر کے خیالات اس کے دل میں نہیں آپاتے۔ اس طرح ذکر کرنے سے شروع میں ذاکر کی توجہ سب طرف سے ہٹ کر اپنے نفس پر مرکوز ہوتی ہے اور پھر بتدریج اپنے نفس سے ہٹ کر اس کی توجہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مخصوص ہوجاتی ہے۔

ترجمہ از القول الجمیل مصنفہ شاہ ولی اللہ

(مترجم)

دست کش ہو اور صرف اس کلمے پر اکتفا کرے۔ وہ مقام جو علم لدنی اور حکمت الٰہی کا ہے، وہاں نقل ادا کرنا زحمت ہے مخلوقات سے تعلق قطع کرنے کے معاملے میں ظاہری و باطنی افعال و اذکار میں سے کوئی چیز بھی لا الہ الا اللہ کے قول سے زیادہ کامل اور شافی نہیں۔ بعض مشائخ نے فرمایا ہے، کہ اگرچہ دل سے ذکر جاری ہو جائے تو بھی ذکر کرنے کی سعی نہیں رُکنی چاہیئے خاص طور پر صبح سے پہلے اور عصر و مغرب کی نماز کے بعد۔

حضرت خواجہ امام علی حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایمان کی دولت کا ددام چاہتا ہے، اسے ہر جگہ اور ہر کام میں کلمہ لا الہ الا اللہ کہنے کی عادت ڈالنی چاہیئے اس کلمہ سے ہمیشہ شرک خفی کی ظلمت دور ہو جاتی ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ دل کی بیداری کے درجات ہوتے ہیں۔ اور اقتصاد کے بغیر بیداری میسر نہیں آتی اور اقتصاد عبارت ہے نیند اور بیداری میں برابر ذکر کرتے رہنے سے۔ بعض مشائخ نے لا الہ الا اللہ کا ذکر اختیار کیا ہے اور وہ محمد رسول اللہ کو اس کے اندر مضمر سمجھتے ہیں۔ باقی جہاں تک ہمارے مشائخ قدس اللہ ارواحہم کا تعلق ہے وہ سارے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

حجۃ الاسلام (امام غزالی) نے فرمایا ہے کہ تمہیں یہ گمان نہیں ہونا چاہیئے کہ (عالم) ملکوت[ل] کی طرف بغیر سوئے اور بدون مرے دریچہ نہیں کھلتا۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اگر کوئی بیداری میں ریاضت کرے اور دل کو غصے، شہوت، اخلاق بد اور اس جہاں کے غیر ضروری کاموں سے بے تعلق کرے، خالی جگہ میں بیٹھے، آنکھیں بند کرے، حواس کو معطل کرلے اور دل کی ملکوت کے ساتھ مناسبت پیدا کرے۔ اور مستقل طور پر اللہ اللہ کہے، دل سے نہ کہ زبان سے، اس طرح وہ ایسا ہو جائے کہ وہ اپنے آپ سے اور تمام عالم سے بے خبر ہو جائے اور اس کو کسی چیز کی خبر نہ رہے۔ جب وہ ایسا ہو جائیگا تو خواہ وہ بیدار بھی ہو اس کے لئے یہ دریچہ کھل جائے گا۔ دوسرے جو حالت خواب میں دیکھتے ہیں وہ بیداری میں دیکھتا ہے۔ ارواح اور فرشتے اچھی اچھی صورتوں میں اس کے سامنے ظاہر ہوتے

[ل] اس مادی دنیا کو عالم ناسوت کہتے ہیں، اور اس سے ماورا جو روحانی دنیا ہے وہ عالم ملکوت ہے یہ عالم ارواح پر مشتمل ہے اس کے بعد عالم جبروت ہے، اور سب سے اوپر عالم لاہوت (مترجم)

ہیں۔ وہ پیغمبروں علیہم السلام کو دیکھنے لگتا اور ان سے فائدے حاصل کرتا اور امداد پاتا ہے اس کے لئے آسمان و زمین کے ملکوت ظاہر ہوتے ہیں۔ جس شخص کے لئے یہ راہ کھل جائے وہ ایسے عظیم کام دیکھتا ہے کہ وہ حدِ وصف میں نہیں آتا۔

لیکن (سلوک کی) ابتدا میں مجاہدہ کرنے اور ریاضتوں کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واذکر اسم ربك و تبتل الیه تبتیلا یعنی تمام چیزوں سے بے تعلق ہو جاؤ اپنے آپ کو بالکل اس کے حوالے کر دو اور تدبیروں میں مشغول نہ ہو کہ سبحانہ تعالیٰ خود کارسازی فرمائے گا۔ رب المشرق والمغرب لا الٰه الا هو فاتخذه وکیلا (وہ مشرق اور مغرب کا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس اس پر بھروسہ رکھو) جب تم نے اس پر بھروسہ رکھا، اور اسے وکیل بنالیا، تو تم سب سے فارغ ہو گئے۔ پھر خلقت سے نہ ملو واصبر علی ما یقولون واهجرهم هجراً جمیلاً۔ یعنی اہل دنیا جو بھی تم پر طعن کرتے اور تم سے حقارت سے پیش آتے ہیں، اس پر صبر کرو اور ان سے اچھے طریقے سے الگ ہو جاؤ۔

یہ مجاہدہ و ریاضت کی تعلیم ہے۔ اس لئے کہ دل خلقت کی عبادت، دنیا کی خواہشات شہوانی اور محسوسات میں مشغولیت سے پاک ہو جائے۔ صوفیوں کی یہ راہ ہے اور یہی راہ نبوت کی ہے۔ تمہیں یہ گمان نہ ہو کہ یہ کیفیت صرف پیغمبروں سے مخصوص ہے بات یہ ہے کہ ہر شخص اپنی اصل فطرت میں اس کیفیت کی صلاحیت رکھتا ہے۔ (یہ جو حدیث ہے) کل مولود یولد علی فطرة الاسلام (ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے) تو اس سے مراد یہی صلاحیت ہے اور جو شخص یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ وہ بیداری کی حالت میں وہ کچھ دیکھتے ہیں، جو ان کے سوا دوسروں کے لئے صرف حالت خواب میں ہی دیکھنا ممکن ہے، اس کو نبوت پر ایمان لانے کی حقیقت کی طرف راہ نہیں ملتی۔

جملہ محققین نے مجاہدہ کا اثبات کیا ہے اور اسے (حصول) مشاہدہ کا ذریعہ بتایا ہے۔ اور سہیل بن عبداللہ نے مجاہدہ کو (حصول) مشاہدہ کی علت فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سُبُلنا۔ (اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری راہ میں مجاہدہ کیا، ہم یقیناً انہیں اپنے راستوں کی طرف ہدایت کرتے ہیں) اور جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "مشاہدات

مجاہدوں کی میراث ہیں اور ابتداؤں کو صحیح کئے بغیر نہایتیں ٹھیک نہیں ہوتیں اور یہ چیز عادات کو ترک کئے اور مالوفات کو چھوڑے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جب تک تمہارے مجاہدے میں صدق و خلوص نہ ہوگا۔ صفا و طہارت بھی نہ ہوگی لہ

توجہ و مراقبہ

اس سلسلہ میں سلوک و وصول کا دوسرا طریقہ توجہ و مراقبہ ہے۔ یہ طریقہ نفی و اثبات (کے ذکر) سے اعلیٰ اور جذبے سے زیادہ قریب ہے۔ اور مراقبہ کے طریقے سے وزارت اور ملک و ملکوت میں تصرف کرنے کی استعداد تک پہنچا جاتا ہے اور دلوں کے خیالات معلوم کرنا، فیض و بخشش کی نظر کرنا، باطن کو منور کرنا، مستقل طور پر جمعیت خاطر کا ہونا اور دلوں کی قبولیت دوام مراقبہ کی بدولت ہے۔ اور مراقبہ کی یہ مستقل دولت تعلقات و مصروفیات کو چھوڑے اپنے نفس کی برابر مخالفت کئے اور غیروں کی صحبت سے دور رہے بغیر میسر نہیں آتی۔ مراقبہ یہ ہے کہ وہ ذات بے کیف و کم عربی فارسی اور عبرانی عبارت کے واسطے کے بغیر پیش نظر ہو (اس دوران میں) سالک اپنے دل کو اس جگہ سے جہاں وہ صنوبری شکل میں ہے دور نہ کرے، اور اس معنی کو پورے مدارک و قویٰ کے ساتھ اس وقت تک بہ تکلف نگاہ میں رکھے کہ اس طرح اسے مستقل طور پر نگاہ میں رکھنے سے بیچ سے تکلف جاتا رہے۔ (اور یہ معنی خود بخود بغیر تکلف کے روبرو رہے) اور اگر اس معنی کو روبرو رکھنے میں کوئی فتور واقع ہو تو وہ اسم ذات کی طرف، جس سے مراد اللہ ہے،

لہ شاہ ولی اللہ صاحب ہمعات میں لکھتے ہیں:- ترجمہ سالک کو جب وجد و شوق کی کیفیت حاصل ہو جائے، تو اسے چاہیئے کہ لوگوں سے بات چیت کم کر دے اور دنیا کے کاروبار سے کنارہ کش ہو جائے۔ نیز جسمانی لذتوں اور اس طرح کی دوسری باتوں کو ترک کر دے اور اس طرح وجد و شوق کی کیفیت کو اپنے اندر راسخ اور مستحکم کرے تاکہ اس کی کیفیت اس کے لئے کوئی ڈھکی چھپی نہ رہے بلکہ یہ واضح و نمایاں ہو جائے۔ جب سالک راہ طریقت میں اس مقام پر پہنچ جائے تو پھر اس کو مراقبہ کرنا چاہیئے۔ (مترجم)

یہ معنی ذہن میں رکھتے ہوئے پوری توجہ سے مشغول ہو جائے تاکہ اس معنی میں ذکر باقی رہے اور ذکر کی حقیقت حاصل ہو۔

البتہ ابتدا میں اس ضعف کی وجہ سے جو (سالک میں) باقی رہتا ہے، اس معنی کو پانا ممکن نہیں ہوتا لیکن بتدریج یہ معنی اثر انداز ہونے لگتا ہے اور پھر تو ایسا ہو جاتا ہے کہ اس معنی کے بغیر بصیرت کی نظر میں اور کوئی چیز نہیں رہ جاتی اور اگرچہ وہ خود چاہے بھی کہ وہ اسے بیان کرے تو وہ نہیں کر سکتا۔ انا الحق، ہوالحق اور ہوالحق انا الحق ہو جاتا ہے۔

اے برادر تو ہمیں اندیشہ — ما بقے تو استخواں و ریشہ
کہ گل ست اندیشہ تو گلشنی — ور بود خارے تو ہمہ گلخنی

(ترجمہ) اے برادر تو تو فقط خیال ہے اس کے بعد جو تم میں باقی رہتا ہے وہ ہڈیاں اور گوشت ہے۔ اگر تیرا پھول کا خیال ہے، تو تو باغ ہے اور اگر کانٹے کا خیال ہے تو تو تمام تر گلخن (بھٹی) ہے۔

اے عزیز! حق سبحانہ وتعالیٰ نے نفس ناطقہ کو ایسی استعداد بخشی ہے کہ ہر وہ امر جو نفس الامر میں متحقق ہے، اس کا وہ رنگ اختیار کر لیتا ہے اور جس چیز کو وہ اپنا نصب العین بنالے وہ اس کے حکم کے تابع ہو جاتا ہے۔

گر گل گزرد بخاطرت گل باشی — در بلبل بے قرار بلبل باشی
تو جزوے و من کل است اگر روزے چند — اندیشۂ کل پیشہ کنی کل باشی

(ترجمہ) اگر تیرے دل میں پھول کا خیال گزرے، تو تو پھول ہو جائے۔ اور اگر بلبل بے قرار کا خیال گزرے، تو تو بلبل ہو جائے۔ تو جزو ہے اور حق کل ہے۔ اگر چند روز کل کا خیال دل میں بسالے تو تو کل ہو جائے۔ (مسلسل)